سرگزشت
عبدالمجید سالک

ناشر

قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور

بارِ اوّل ۱۰۰۰

جنوری ۱۹۵۵ء

قیمت ۶ روپے

اتحاد پریس بل روڈ لاہور میں چھپکر قومی کتب خانہ لاہور سے شائع ہوئی

اب شاہ جی کے مزاج کا پارہ چڑھنے لگا۔ باہر نکل آئے اور کہنے لگے۔ کیا تم سب کے ٹانکے ڈھڑ چکے ہیں۔ کہ باری باری آ کر مجھ سے پن مانگتے ہو؟ اتنے میں ایک اور دوست پہنچ گئے۔ اور نہایت متانت سے فرمانے لگے۔ شاہ جی آپ کے پاس پن ہو گی؟ شاہ جی نے انہیں بُری طرح ڈانٹا۔ اس کے بعد جو ہر طرف سے "شاہ جی پن ہے؟" کے سوالات شروع ہوئے۔ تو شاہ جی اتنے غصے میں آئے۔ کہ مادر و خواہر کی مغلظات تک سُنا دیں۔ خیر ہم نے بڑی کوشش اور خوشامد درآمد سے ان کے غصے کو ٹھنڈا کیا۔ اور بتایا۔ کہ ہم تو صرف شلجم کے اچار والے لطیفے کو دہرا رہے تھے۔

ایک دن صوفی اقبال احمد پانی پتی (جو انگریزی بالکل نہ جانتے تھے) مجھ سے کہنے لگے۔ "سالک صاحب یہ اختر علی خاں بڑا ڈھنجرس آدمی ہے۔" میں نے پوچھا "اب یہ ڈھنجرس کیا ہوتا ہے؟" نہایت معصومانہ انداز سے پوچھنے لگے۔ "بھلا خطرناک" کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟ میں تو مارے ہنسی کے لوٹ گیا۔ اور یہ لطیفہ بھی احباب میں عام ہو گیا اب ہم سب ڈینجرس کی جگہ "ڈھنجرس" ہی کا لفظ استعمال کرتے تھے۔

محمد ڈاکو

پہلے لکھ چکا ہوں۔ کہ ہمارے احاطے کے ساتھ ہی پھانسی والوں کی کوٹھڑیاں تھیں ہم کبھی کبھی دیوار پر چڑھ کر ان سے باتیں کیا کرتے تھے۔ ان میں ایک نامور ڈاکو محمدا بھی تھا۔ پست قامت دُبلا پتلا کر بڑی ڈاڑھی۔ سر پر پشاوری ٹپکا بندھا ہوا۔ چہرے پر خدا پرستوں کا سا سکون۔ اس کی شکل و صورت اور حرکات و سکنات سے کوئی شخص اس کو ڈاکو نہ سمجھ سکتا تھا۔ ہتھکڑی۔ بیڑی چوبیس گھنٹے پڑی رہتی تھی۔ استفسار پر

میں شامل کر لیا جائے۔ تاکہ اس ڈیش میں ہندوؤں کی عظیم اکثریت ہو جائے۔

تبلیغ و تنظیم

ان دونوں تحریکوں کے جواب میں مسلمانوں نے بھی تنظیم کا چرچا شروع کیا۔ ڈاکٹر کچلو نے ایک آل انڈیا تنظیم کمیٹی قائم کی جو ہر شہر اور قصبے میں مسلمانوں کے اتحاد اور ان کی قوتوں کی تنظیم کے لئے کوشش کرنے لگی۔ اور ملکانہ راجپوتوں میں انسداد ارتداد اور تبلیغ اسلام کا کام شروع ہوا۔ بریلوی۔ دیوبندی۔ شیعہ۔ احمدی۔ لاہوری احمدی میر نیرنگ کی جمعیۃ تبلیغ الاسلام کے مبلغ غرض ہر فرقے اور ہر جماعت کے کارکن آگرہ اور نواحی علاقوں میں پھیل گئے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ مل جل کر اسلام کی خدمت کرتے۔ لیکن ان جماعتوں نے وہاں آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ صرف احمدی مبلغین تو کچھ کام کرتے تھے اور باقی تمام فرقوں کے لوگ یا آپس میں مصروف پیکار رہتے۔ یا احمدیوں کے خلاف کفر کے فتوے شائع کرتے تھے۔ غرض ان لوگوں کی غیر مآل اندیشی اور نفسانیت نے انسداد ارتداد کو ناممکن بنا دیا۔ اور کفر کی مشین پوری قوت سے چلتی رہی۔

میں نے "زمیندار" میں پے در پے مقالات لکھے۔ جن میں لیڈروں کو نہایت دردمندی سے پکارا۔ کہ گاندھی جی کا سارا کیا دھرا برباد ہو رہا ہے۔ ملک کی حفاظت کرو۔ ورنہ وہ قیامت مچے گی۔ کہ سارا ہندوستان خون بے گناہی سے لالہ زار ہو جائے گا۔ میرا مشورہ یہ تھا۔ کہ کانگریس کے ہندو اور مسلمان لیڈر خود آگے بڑھیں اور سنگٹھن اور تنظیم کی تحریکوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ تاکہ شر پسند اور فتنہ پرور لوگ قیادت پر قبضہ نہ کرنے پائیں۔ اور ساری قوم صرف قوم پرست لیڈروں سے وابستہ رہے۔ جب یہ فتنہ کا دور گذر جائے گا

کو لکھا ہے کہ "انقلاب" کے خلاف قانون تحفظ والیان ریاست کے ماتحت مقدمہ چلانے کی اجازت دی جائے۔ اس صورت میں بھی ضروری تھا کہ مراسلتیں نابود کردی جائیں تاکہ کہیں مدیر "انقلاب" کے ساتھ اس کے احباب اور نامہ نگار بھی شکنجے میں نہ کسے جائیں۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی

کشمیر کے ان ہولناک حوادث سے ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں شدید اضطراب پیدا ہو گیا۔ لاہور، دہلی اور دوسرے بڑے شہروں میں ڈوگرا راج کے خلاف عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے۔ اس کے بعد شملہ میں متقدر اور نمایندہ مسلمانوں کا ایک اجلاس ہوا جس میں جموں اور کشمیر کے بعض سرزمین بھی شریک ہوئے یہاں آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی گئی۔ جس کے صدر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ منتخب کئے گئے۔

معرض التوا میں رکھا گیا ہے۔ جس وقت ہم آپ کی خدمت میں "لائن کلیئر" بھیجیں گے اس وقت تشریف لے آئیے گا۔ چنانچہ میں اب ہندوستان میں بسر اوقات اور انتظار کر رہا ہوں۔

اس کے بعد خدا جانے خالد شیلڈ ریک اور ہمیمین کہاں چلے گئے۔ وہ دن اور یہ دن ہم نے ان کے متعلق کچھ نہیں سُنا۔ سنکیانگ کی بادشاہی تو محض ایک خواب پریشاں تھی ممکن ہے اب یہ لوگ کہیں انگلستان ہی میں خانہ نشین ہو چکے ہوں۔

کشمیر ایسوسی ایشن

میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ جب احرار نے احمدیوں کے خلاف بلا ضرورت ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔ اور کشمیر کی تحریک میں متخالف عناصر کی ہم مقصدی و ہمکاری کی وجہ سے جو قوت پیدا ہوئی تھی۔ اس میں رخنے پڑ گئے۔ تو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفا دے دیا۔ اور ڈاکٹر اقبال اس کے صدر مقرر ہوئے۔ کمیٹی کے بعض ممبروں اور کارکنوں نے احمدیوں کی مخالفت محض اس لئے شروع کر دی۔ کہ وہ احمدی ہیں۔ یہ صورت حال مقاصد کشمیر کے اعتبار سے سخت نقصان دہ تھی۔ چنانچہ ہم نے کشمیر کمیٹی کے ساتھ ہی ساتھ ایک کشمیر ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی۔ جس میں سالک مہر۔ سید حبیب۔ منشی محمد دین فوق (مشہور کشمیری مؤرخ) مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کے احمدی اور غیر احمدی رفقا سب شامل تھے۔ ایسوسی ایشن کے قیام کا مقصد یہ تھا۔ کہ مبادا کشمیر کمیٹی آگے چل کر احرار ہی کی ایک شاخ بن جائے اندرونی منافرت و کشیدگی رفو چکر ہو جائے۔ جس سے ہم اب تک کشمیر میں کام لیتے رہے ہیں۔ بہر حال تھوڑا بہت کام ہوتا رہا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد نہ کمیٹی رہی نہ ایسوسی ایشن۔ رہے نام اللہ کا۔

نام نہیں لیا۔ لیکن یہ لکھا کہ بعض حلقوں میں کشمیریوں کو غیر تعلیم یافتہ کہکر انہیں آزادی اور خود اختیاری سے محروم رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حالانکہ تعلیم آزادی کی شرط نہیں، بلکہ سیاسی بیداری لازمہ حریت ہے۔ جن لوگوں نے حق خود اختیاری کے لئے جیل، تازیانہ، ضبطی جائداد وغیرہ کی سزائیں ہنسی خوشی برداشت کی ہیں۔ وہ حق رکھتے ہیں کہ آزادی کا مطالبہ کریں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں لکھیں اور وہ لیڈر دوسرے دن "انقلاب" میں شائع کر دیا۔

میاں صاحب اس وقت تک لاہور سے جا چکے تھے، چوتھے پانچویں روز ان کا ایک خط مجھے ملا۔ جس میں مجھے اس مضمون پر داد دی تھی اور لکھا تھا۔ کہ آپ کے افتتاحیہ کا انگریزی میں ترجمہ کرایا جارہا ہے۔ اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ حقیقت میں میاں صاحب مجھ سے ایسا مضمون لکھوانا چاہتے تھے۔ جبھی انہوں نے اُلٹی سیدھی دلیلیں دے کر مجھے مشتعل کیا اور اپنا مطلب نکال لے گئے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ مضمون میاں صاحب نے لکھوایا کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ بلکہ میاں صاحب یہ کہہ سکتے تھے۔ اور خود میں اس کا شاہد تھا کہ میاں صاحب نے میرے خیالات کی مخالفت کی تھی۔ یہ احتیاط اور ذمہ داری اور خوش تدبیری کی ایک مثال ہے۔

چودھری ظفر اللہ خاں کا تقرر

جب ۳۵ء کے آغاز میں اعلان ہوا۔ کہ میاں فضل حسین حکومت ہند کی ممبری سے سبک دوش ہونے والے ہیں۔ اور ان کی جگہ چودھری ظفر اللہ خاں مقرر

کئے گئے ہیں۔ تو "زمیندار" اور احراریوں نے بے حد شور مچایا کہ میاں فضل حسین "مرزائیت نواز" ہیں۔ انہوں نے ایک مرزائی کو مسلمانانِ ہند کے نمائندے کی حیثیت سے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر مقرر کروایا ہے۔ وائسرائے کے نام بے شمار تار دیئے گئے کہ آپ نے مسلمان کی اسامی پر ایک "غیر مسلم" کو مقرر کر دیا ہے۔ ظفر اللہ خاں مسلمان نہیں ہے۔ اس کو نکالئے اور اس کی جگہ کسی مسلمان کو مقرر کیجئے۔ یہ شور و غوغا حد سے زیادہ تیز ہو گیا۔ یہاں تک کہ غوغائیوں کو حکومت کی طرف سے وارننگ بھی دی گئی۔

اس موقع پر "زمیندار" اور احراری۔ سر سکندر حیات خاں۔ نواب مظفر خاں اور دوسرے یونینسٹ لیڈروں کے ساتھ اپنے تعلقات کی پینگیں بڑھا رہے تھے۔ اور میاں فضل حسین کی مخالفت میں زمین و آسمان ایک کر رہے تھے۔ ان لوگوں کا مقصد یہ تھا۔ کہ میاں صاحب کو لیڈری کی مسند سے اتار پھینکیں۔ اور ان کی جگہ سکندر حیات خاں کو پنجاب کا لیڈر بنا دیں۔ کیونکہ میاں فضل حسین خود رائے اور ضدی آدمی ہیں۔ ان کے آگے ہماری دال نہ گلے گی۔ سکندر حیات خاں سے معاملہ خوب رہے گا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ یونینسٹ پارٹی میں بھی ایسے لوگ موجود تھے۔ جو بظاہر نہیں بلکہ بہ باطن میاں صاحب کی لیڈری پر خوش نہ تھے۔ تفصیل کو چھوڑیئے اور یہ سنیئے کہ ظفر اللہ خاں کا تقرر کیوں کر ہوا۔ میاں صاحب کا یہ بیان تھا کہ جن لوگوں نے حقیقت میں چودھری ظفر اللہ خاں کو مقرر کرایا۔ وہ تو معترضین کے ممدوح بنے ہوئے ہیں لیکن میں تمام طعن و دشنام کا نشانہ بن رہا ہوں حالانکہ میں نے چودھری صاحب کو مقرر نہیں کرایا۔ وہ صاف صاف کہتے تھے۔ کہ

یوں ظفر اللہ خاں کا تقرر مجھے بے حد پسند ہے کیونکہ مجھے اس قابلیت کا کوئی آدمی پنجاب میں نظر نہیں آتا۔ لیکن یہ غلط ہے کہ ان کے تقرر میں میرا ہاتھ تھا۔

میاں صاحب کی ٹکنیک

بات اصل میں یوں ہوئی۔ کہ جب میاں صاحب کی سبکدوشی کا وقت قریب آیا۔ تو لارڈ ولنگڈن وائسرائے نے جو میاں صاحب پر بے حد اعتماد رکھتے تھے۔ ان سے کہا۔ کہ آپ اپنا جانشین تجویز کیجئے۔ میاں صاحب نے نواب صاحب چھتاری اور سر غلام حسین ہدایت اللہ کے نام لئے اس پر وائسرائے نے کہا کہ آئندہ اصلاحات کو کامیاب بنانے کے لئے ہمیں یو۔ پی اور سندھ کے زمینداروں کو منظم کرنا ہے۔ اور یہی دونوں شخص ہیں جو ان دونوں صوبوں میں یہ کام کر سکتے ہیں۔ اس لئے ان کو مرکز میں لانا خارج از بحث ہے۔ اس کے بعد وائسرائے نے میاں صاحب سے کہا کہ پنجابیوں کے متعلق ہمارا تجربہ بہت اچھا ہے۔ میاں محمد شفیع بہت قابل اور باتدبیر تھے۔ آپ کی قابلیت اور کامیابی میں کوئی شبہ نہیں۔ درمیان میں مدراس کے سر حبیب اللہ آئے تھے تو کچھ زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کسی پنجابی کو نامزد کیجئے۔

اس پر میاں فضل حسین نے فرمایا۔ کہ صاحب میں کسی پنجابی کو نامزد کرنے کا اہل نہیں۔ اس لئے ایک تو مجھے سبکدوش ہونے کے بعد پنجاب میں آئندہ اصلاحات کو کامیاب بنانا ہے اور سب مفید آدمیوں سے اچھے تعلقات رکھنا ہے۔ میں کسی ایک کا نام لے دوں تو دوسروں کو شکایت پیدا ہوگی اور میرے

آئندہ کام میں دقتیں رونما ہو جائیں گی۔ دوسرے میں ایک سیاسی پارٹی کا ممبر ہوں وہ مجھ سے جواب طلب کر سکتی ہے کہ تم نے کس بنا پر فلاں آدمی کو مقرر کرا دیا اس لئے اگر آپ کوئی پنجابی چاہتے ہیں۔ تو مجھے چند یوم کی مہلت دیجئے۔ میں پارٹی کو لکھتا ہوں۔ وہ جس کو نامزد کر دے۔ اس کے نام پر غور فرمایئے گا۔ وائسرائے نے اس تجویز کو پسند کیا۔

بڑے امیدواروں کے منہ بند

اس کے بعد میاں صاحب نے ایک طرف چودھری چھوٹو رام کو یہ سارا معاملہ لکھ کر ہدایت کی۔ کہ پارٹی کا اجلاس طلب کر کے ایک نام منظور کراؤ۔ اور مجھے اطلاع دو۔ دوسری طرف آپ نے چودھری شہاب الدین کو آئندہ اسمبلی میں صدارت کا یقین دلا دیا۔ سکندر حیات خاں کو اپنا نائب وزیر بنانے پر آمادگی ظاہر کر دی اور فیروز خاں نون کو لندن کی ہائی کمشنری کا یقین دلایا۔ اور یہ تمام یقین دہانیاں خفیہ اور کانفیڈنشل طور پر کی گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب پارٹی کا اجلاس ہوا تو ان تینوں بزرگوں نے کہہ دیا کہ ہم تو مرکز کی نوکری کے امیدوار نہیں ہیں۔ یہ سن کر پارٹی عجیب مخمصے میں پڑ گئی۔ اتنے میں غالباً میاں امیر الدین یا کسی اور بزرگ نے یہ تجویز پیش کر دی کہ چودھری ظفر اللہ خاں اس سے پہلے تین ماہ کے لئے مرکز میں میاں صاحب کی قائم مقامی بھی کر چکے ہیں۔ اس لئے ان کا نام بھیج دیا جائے۔ وہ احمدی ہیں۔ آئندہ اصلاحات کے موقع پر ہم سے یہ نہ ہو سکے گا کہ انہیں کوئی ایسا عہدہ دیں، جو ان کی بے نظیر قابلیت اور شان کے شایاں ہو۔ کیونکہ

عوام میں احمدیوں کی مخالفت بہت زیادہ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ چودھری صاحب وائسرائے کی کونسل کے ممبر مقرر ہوجائیں۔ سب نے اپنے اپنے ذاتی، اجتماعی اور دوسرے مقاصد کے پیش نظر اس تجویز پر صاد کیا۔ چودھری صاحب کا نام وائسرائے کو بھیج دیا گیا اور وائسرائے نے ان کو میاں صاحب کا جانشین مقرر کردیا۔ ظاہر ہے کہ میاں صاحب چودھری ظفر اللہ خان ہی کو مقرر کرانا چاہتے تھے۔ لیکن ابتداء سے انتہا تک انہوں نے اس تقرر کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لی۔ بلکہ یہ کام بلطائف الحیل پارٹی سے کرایا اور جو لوگ اس معاملے میں چودھری صاحب کے حریف ہو سکتے تھے ان کی زبانیں آئندہ عہدوں کا وعدہ کرکے بند کردیں غرض حسن تدبیر کے اعتبار سے میاں صاحب اپنی نظیر آپ ہی تھے۔

سر سید احمد فضل حسین

وہ مارشل لار کے بعد وزارت پنجاب سے لے کر وائسرائے کی کونسل کی ممبری تک کوئی چودہ برس اقتدار کے عہدوں پر فائز رہے اور اس مدت میں زمینداران پنجاب۔ مسلمانانِ پنجاب۔ مسلمانان ہند اور اہل ہند کے لئے انہوں نے جو کچھ کیا اس کی داستان اس قدر طویل ہے کہ ان کے صاحبزادے میاں عظیم حسین اپنے والد محترم کی ضخیم سوانح عمری لکھنے کے باوجود بھی اس مفید زندگی کی پوری کہانی نہیں سنا سکے۔ لارڈ ولنگڈن نے کہا تھا کہ میں تمام مسلمانان ہند کے دو ہی لیڈروں کو مانتا ہوں۔ جنہوں نے اس قوم کی مستقل پائیدار خدمت کی ہے۔ سر سید اور فضل حسین میرے نزدیک بھی یہ خراج تحسین بالکل حق بجانب تھا۔